علامہ تمنا عمادی

نبی اُمّی کے معنی

(۲)

اَن پڑھ ہونا معجزہ نہیں ہے

قرآن مجید میں صاف طور سے بیان فرمایا گیا ہے کہ: وما کنت تتلوا من قبلہ من کتب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون ۔ (عنکبوت: ۴۸) - (اے رسول) اس (منصب سے) سے پہلے تم کوئی کتاب پڑھ سکتے تھے نہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھ سکتے تھے۔ (اگر تم لکھے پڑھے ہوتے) تو اس وقت باطل پرست لوگ (طرح طرح کے) شبہے پیدا کرتے۔ حضورؐ کے لیے لکھے پڑھے نہ ہونے کا صرف ایک فائدہ بیان فرمایا گیا ہے اگر حضورؐ کے لیے اَن پڑھ ہونا معجزہ ہوتا تو فرمایا جاتا: ومن ایات نبوتک انک ما کنت تتلو من قبلہ من کتب الخ - اور نہ ہی یہ کوئی معجزہ ہو سکتا ہے۔ البتہ جو شخص چالیس برس تک پوری قوم کا جانا بوجھا اَن پڑھ ہو وہ دفعتاً لکھی ہوئی کتاب ہر پڑھنے والے سے بہتر طریقے سے پڑھنے لگے اور اپنے ہاتھ سے بہترین خطاطی کے نمونے دکھانے لگے تو یہ البتہ معجزہ ہوگا۔

نبوت کے بعد ۲۳ برس تک آپ کو موقع ملا، اتنی وسیع مدت میں آپ کے لیے پڑھنا لکھنا سیکھ لینا کیا دشوار تھا؟ ۔ اہل سیر کے لکھنے کے مطابق نبوت کے بعد ۲۳ برس کا وسیع وقت ملنے کے باوجود بھی تادم وفات آپ کا اَن پڑھ رہنا معجزہ ہرگز نہیں ہو سکتا ۔ نعوذ باللہ اس کو لکھنے پڑھنے کی اہمیت نہ سمجھنا اور لکھنے پڑھنے کی طرف سے بے پروائی ضرور کہا جائے گا۔ متنبی نے خوب کہا ہے ؎

ولم ار فی عیوب الناس شیئا — کنقص القادرین علی التمام

یعنی انسانوں کے عیبوں میں سے (بدترین) اس جیسا عیب میں نہیں سمجھتا کہ اپنی تکمیل کی قدرت رکھنے کے باوجود لوگ اپنے نقص پر قانع رہیں۔

غرض منافقین نے اَن پڑھ ہونے کو معجزہ قرار دے کر اس کا خوب ڈھنڈھورا پیٹا اور طرح طرح سے اس

کو مشہور کیا اور لفظ اُمّی کے معنی ہی اَن پڑھ قرار دے کر اس کو خوب مشہور کیا اور بعد کو ایک حدیث بھی گھڑ لی۔

اُمّۃٌ اُمّیّۃٌ

صرف اسود بن قیس النخعی الکوفی سعید بن عمرو بن سعید سے روایت کرتا ہے کہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنا کہ انھوں نے حدیث بیان فرمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ: اِنّا اُمّۃٌ اُمّیّۃٌ لا نکتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا وهكذا وعقد الابهام فی الثالثة۔ والشهر هكذا وهكذا وهكذا۔ یعنی تمام ثلاثین۔

ترجمہ۔ ہم لوگ اُمّۃٌ اُمّیّۃٌ (اُمّی قوم) ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب کرتے ہیں (نہ لکھنا جانتے ہیں نہ گنتی جانتے ہیں) مہینہ اس طرح ہے اور اس طرح ہے اور اس طرح ہے (اپنی دسوں انگلیوں سے کف ہلا ہلا کر بتایا) مگر تیسری بار میں انگوٹھے کو دبا لیا تھا (یعنی ۲۹ کی گنتی بتائی) پھر (اسی طرح دونوں ہتھیلیوں کی انگلیوں سے کف دست تین بار ہلا ہلا کر بتایا کہ) اور مہینہ اس طرح ہے اور اس طرح ہے اور اس طرح ہے (اب کی بار انگوٹھا نہیں دبایا) تیس پورا کیا۔

یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے مگر اسود بن قیس ہی سے۔ صحیح بخاری میں بھی یہ حدیث اسود بن قیس ہی سے مروی ہے۔ یہ اسود بن قیس دراصل اسود بن یزید بن قیس النخعی الکوفی ہے۔ نہایت مفتری تھا۔ کوفے کے بلوائی قاتلین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا سرغنہ تھا۔ حضرت معاویہ کی زندگی تک چھپا رہا۔ ان کی وفات کے بعد راویِ احادیث بن کر نمودار ہوا۔ اس کے شاگردوں نے مشہور کیا کہ اس نے حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حج کیے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ کے ساتھ اس کا حج کرنا تو ناممکن ہے کیونکہ اس کی موت بقول ابی اسحاق السبیعی الکوفی ۷۵ھ میں ۶۳ برس کی عمر میں ہوئی تھی۔ اس حساب سے اس کی پیدائش ۱۲ھ کی ٹھہرتی ہے۔ قاتلین حضرت عثمان کے ساتھ کوفے سے بیس برس کی عمر میں جوانی دِوانی کا جوش لیے ہوئے آیا تھا۔ اور بلوائیوں کے سرغنوں میں سے ایک سرغنہ تھا۔

اس سے روایت کرنے والے اس کے ہم مسلک تلامذہ نے اس کی طرف متعدد حج کو منسوب کر دیا ہے اس کو بڑا عابد ثابت کرنے کے لیے۔ یہ جھوٹی حدیث جو اس کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب کی ہے اسی سے اس کی منافقت اور کذابیت ثابت ہو رہی ہے۔

لیکن یہ یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف جو قول اس افترائی حدیث میں قصداً و عمداً

منسوب کیا گیا ہے، اس میں صرف حضورؐ ہی کے حساب و کتاب سے نابلد ہونے کا ذکر نہیں ہے بلکہ حضورؐ کی پوری قوم کو لکھنے پڑھنے سے حساب و کتاب و عدد و شمار جاننے سے بالکل نابلد ثابت کیا گیا ہے۔ انا امۃ امیۃ کہہ کر۔ اور اسی افترائی حدیث کی بنیاد پر اُمّی کے معنی اَن پڑھ مشہور کیا گیا ہے۔ اس افترائی حدیث کے سوا کوئی دلیل لوگوں کے پاس اس کی نہیں کہ اُمّی اس کو کہتے ہیں جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو نہ گنتی جانتا ہو۔ تو یہ حدیث مکذوب علی الرسول یہ بتاتی ہے کہ حضور تیس اور انتیس کی گنتی تک نہیں جانتے تھے اور لکھنا پڑھنا گنتی اور اعداد کے نام نہ آپ جانتے تھے نہ آپ کی قوم یعنی بنی اسمٰعیل کی پوری قوم جانتی تھی مگر ایسی قابل قوم کے اَن پڑھ رسول پر جو کتاب اتری ہے اس میں اعداد کے ناموں کی کثرت دیکھیے۔ ان آیات کو بقول اسود بن قیس النخعی (نعوذ باللہ تعالیٰ) خود رسول نہیں سمجھتے ہوں گے۔ دوسروں کو ایسی کتاب کی تعلیم وہ کیا کر سکتے ہیں جس کو خود نہیں سمجھ سکتے تھے۔

ایک۔ مذکر قل ھو اللہ احد۔ (ایک) مؤنث احدی الطائفتین۔ (انفال ۷) دو گروپوں میں سے ایک۔

دو۔ مذکر۔ اثنان ذوا عدل منکم (مائدہ ۱۰۶)۔ دو گواہ) عدل و انصاف والے تم میں سے۔ (دو) مؤنث فان کانتا اثنتین (نساء ۱۷۷۔ آخری آیت)۔ (اگر بے والد و لا میت کے صرف) دو بہنیں ہی) ہوں۔

تین۔ مذکر ثلثۃ قروٓء (بقرہ ۲۲۸)۔ (مطلقہ بیویوں کی عدت) تین حیض۔ مؤنث۔ فی ظلمٰت ثلث (زمر ۱۶)۔ (بچہ ماں کے پیٹ میں) تین (طرح کی) تاریکیوں میں (رہتا ہے)۔

چار۔ مذکر۔ اربعۃ من الطیر (بقرہ ۲۶۰) چار پرندوں میں سے لو۔ مؤنث۔ اربع شھادات باللہ (نور: ۶-۸) چار شہادتیں (قسمیں) اللہ تعالیٰ کی۔

پانچ۔ مذکر۔ ویقولون خمسۃ (کہف: ۲۲) اور (بعض لوگ (اصحاب کہف کے متعلق کہتے ہیں کہ پانچ ہیں۔ سادسھم کلبھم دان میں کا ان کا چھٹا ان کا کتا ہے۔

چھ۔ فی ستۃ ایام۔ چھ دنوں میں (اعراف: ۵۴، یونس: ۳)

سات۔ ویقولون سبعۃ ثامنھم کلبھم (کہف: ۲۲) اور (بعض اصحاب کہف کے متعلق) کہتے ہیں کہ وہ سات ہیں۔ آٹھواں ان کا، ان کا کتا ہے۔

آٹھ۔ (مذکر) ثمانیۃ ازواج (انعام: ۱۴۳) آٹھ قسم کے (چار پائے)۔ مؤنث: ثمانی حجج (قصص)

آٹھ برس -

نو - (مذکر) تسعۃ رھط (نمل : ۴۷) نو قبیلے - (مؤنث) وازدادوا تسعًا (کہف : ۲۶) لوگوں نے نو کا اضافہ کر دیا -

دس - (مذکر) فلہ عشر امثالہا - (انعام : ۵۴) تو اس کے لیے وہ گونہ ہے ویسا ہی -

(مؤنث) تلک عشرۃ کاملۃ - (بقرہ : ۶۰) یہ پورے دس ہوتے -

گیارہ - احد عشر کوکبًا - (یوسف : ۴) گیارہ ستارے -

بارہ - اثنتا عشرۃ عینا - (بقرہ : ۱۲۰) بارہ جھرنے -

ایک سے بارہ تک مسلسل اعداد اکثر کے مذکر و مؤنث دونوں قرآن مجید میں آپ نے دیکھ لیے - ان کے علاوہ انیس کا بھی ذکر ہے :

علیہا تسعۃ عشر - (مدثر : ۲۹) - دوزخ پر انیس فرشتے مقرر ہیں -

اس کے علاوہ : مثنیٰ وثلث وربٰع - (نسا : ۳) دو دو، تین تین، چار چار -

پھر آیات وراثت میں نصف میراث اور ثلث اور ربع اور ثمن (آدھا، تہائی، دو تہائی، چوتھائی، اور آٹھویں حصے کا حساب) تقسیم میراث کے سلسلے میں ایسے بھولے بھالے رسول کس طرح کر سکتے ہوں گے جو تیس اور انیتس کی گنتی تک نہ جانتے ہوں اور پوری قوم تو ضرور اپنے رسول سے زیادہ ہی اس بھولے پن میں ہوگی - وہ تقسیم میراث کی آیات (مذکورہ بالا آیات) کو کس طرح سمجھی ہوگی ؟

جتنے اعداد بیان کیے گئے وہ آحاد کے ہوئے یا پہلا عشرہ اور اس کے کچھ لواحق ان کے علاوہ بڑے بڑے اعداد بھی ہیں انھیں بھی دیکھ لیجیے :

دس : ولیالٍ عشر - (فجر : ۲) اور دس راتیں گواہ ہیں -

بیس : ان یکن منکم عشرون - (انفال : ۵۵) اگر تم میں سے بیس (مجاہدین) ہوں -

تیس : حملہ وفصالہ ثلثون شہرًا - (احقاف : ۱۵) بچے کے حمل میں رہنے اور پیدائش کے بعد دودھ چھڑائی تک کے وقت کی مدت تیس مہینے بتائی گئی ہے -

چالیس : اسی آیت کریمہ سورہ احقاف میں اس پر ہے : وبلغ اربعین سنۃ - اور پہنچا چالیس برس کی عمر تک -

پچاس : الا خمسین عاما ۔ (عنکبوت : ۱۴) مگر پچاس برس۔

ساٹھ : ستین مسکینا ۔ (مجادلہ : ۴) ساٹھ مسکین۔

ستّر : سبعون ذراعا ۔ (حاقہ : ۲۳) ستر ہاتھ۔

اسّی : ثمانین جلدۃ ۔ (نور ۔ ۴) اسّی دُرّے۔

ننانوے : لہ تسع وتسعون نعجۃ ۔ (ص : ۲۳) اس کے ننانوے دُنبیاں۔

ایک سَو : مائۃ عام ۔ (البقرہ : ۲۵۹) سو برس۔

دو سَو : یغلبوا مائتین (انفال : ۶۰) غالب آجائیں گے دو سو پر۔

تین سَو ۔ ثلث مائۃ ستین ۔ (کہف : ۲۵) تین سَو برس۔

ایک ہزار : ان یکن منکم الف ۔ (انفال : ۶۶) اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں۔

دو ہزار : یغلبوا الفین ۔ (انفال : ۶۶) تو دو ہزار پر غالب آجائیں گے۔

تین ہزار : بثلاثۃ الاف ۔ (آل عمران : ۱۲۴) تین ہزار (ملائکہ) سے۔

پانچ ہزار : بخمسۃ آلاف من الملائکۃ ۔ (آل عمران : ۱۲۵) پانچ ہزار فرشتوں سے۔

پچاس ہزار : خمسین الف سنۃ ۔ (معارج : ۴) پچاس ہزار برس۔

ایک لاکھ : الیٰ مائۃ الف ۔ (صافات : ۱۴۷) سو ہزار کی طرف۔

واضح رہے کہ اس کے بعد او یزیدون ہے ۔ یہاں اَوْ اضراب کے لیے "بلکہ" کے معنی میں ہے۔

خدا کے لیے خدا لگتی کہیے

جس رسول پر ایسی کتاب اُترے جس میں تقریباً ایک سے لے کر ایک لاکھ تک کی گنتی ہو۔ آحاد و عشرات اور ان سے مرکب اعداد مذکور ہوں۔ تقسیم میراث کا جس کو حساب بتایا گیا ہو۔ زکوٰۃ و مالِ غنیمت کی تقسیم کا جس کو قانون بتایا گیا ہو کیا وہ ایسا ہو سکتا ہے کہ نہ پڑھنا لکھنا جانے نہ حساب جانے ۔ یہاں تک کہ ایک سے لے کر دس تک سے زیادہ گنتی بھی نہ جانتا ہو۔ دونوں ہاتھوں میں دس انگلیاں ہیں اسی کے برابر وہ دس تک کسی طرح گن لیتا ہو۔ کیا اُمّی کے لفظ کے یہی معنی نزولِ قرآن مجید کے وقت اہلِ عرب خصوصاً اہلِ حجاز جانتے تھے ؟ اور اسی معنیٰ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ من ذٰلک بے پڑھا لکھا اَن پڑھ جاہل ہی کے معنی میں النبی الامی سورہ اعراف

کی آیت کریمہ ۱۵۷، ۱۵۸ دونوں میں فرمایا گیا ہے ؟

خیال رہے کہ سورۂ اعراف کی ان دونوں آیتوں کے مخاطب بنی اسرائیل ہیں اور بنی اسرائیل میں علما بھی تھے۔ سورۂ شعرا کے مخاطب مشرکین مکہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے : اولم یکن لھم ایۃ ان یعلمہ علمٰٓؤا بنی اسرائیل ؀ کیا (یہ بات) ان (مشرکین مکہ و عوام اہلِ کتاب) کے لیے (اس قرآن مجید کے منزل من اللہ برحق ہونے کی) ایک عظیم علامت نہیں ہے ؟ کہ اس (کی باتوں کے برحق ہونے) کو علمائے بنی اسرائیل (خوب) جانتے ہیں۔

سورۂ اعراف بھی سورہ شعرا کی طرح مکی ہی سورہ ہے۔ مگر سورہ اعراف میں حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے متعلق واقعات بڑی تفصیل کے ساتھ ہیں۔ آیت کریمہ ۱۰۳ سے ۱۶۲ تک مسلسل ساٹھ آیات کریمات کے مخاطب بنی اسرائیل یہود ہی ہو سکتے ہیں اس لیے ان آیات کے متعلق میرا یہ خیال ہے کہ یہ سب مدنی آیتیں ہیں اور یہود مدینہ ان کے مخاطب ہیں۔ خصوصًا اس لیے کہ آیت کریمہ ۱۵۶ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ختم ہوئی ہے : واکتب لنا فی ھٰذہ الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ انا ھدنا الیک ط پڑھیے۔ "اور ہمارے لیے اس دنیا میں بھلائی مقدر کر دی جائے اور آخرت میں بھی۔ ہم سب نے تجھی سے لو لگا رکھی ہے"۔

حضرت موسیٰؑ کی اس دعا کا جواب یہ عطا فرمایا گیا کہ : عذابی اصیب بہ من اشاء ورحمتی وسعت کل شیء ط "میرا عذاب، تو جس کو میں (اس کا) مستحق سمجھتا ہوں اسی پہ نازل کرتا ہوں۔ اور میری رحمت تو ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا جواب یہاں پر ختم ہو گیا۔ اس کے بعد، یعنی اس لمبی تمہید کے بعد بنی اسرائیل ہی کو رسالت محمدؐیہ پہ ایمان لانے کی دعوت دی جاتی ہے۔ اُن کے عوام کو نہیں۔ علمائے بنی اسرائیل کو۔

آیت کریمہ ۱۵۶ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی التجا کے جواب کا آخری جملہ ہے : ورحمتی وسعت کل شیء ط ۔ اس کے بعد موجودہ یعنی ہجرت نبوی کے وقت جو بنی اسرائیل مدینہ طیبہ و حوالیِ مدینہ طیبہ میں موجود تھے ان کو اتباعِ دین محمدی کی ترغیب کے لیے ورحمتی وسعت کل شیء فرمانے کے بعد فائے استیناف کے ذریعے استدراک عطف اس جملے پر کر کے ارشاد ہوا: کہ فساکتبھا للذین یتقون ویؤتون الزکوٰۃ والذین ھم بایٰتنا یؤمنون ؁ لیکن

اب ہم اپنی رحمت کو لازم کردیں گے ان لوگوں کے لیے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے رہتے ہیں۔ اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔" تین باتیں فرمائی ہیں : - تقویٰ جس کا پتہ حقوق العباد کی نگہداشت سے ملتا ہے۔ ادائے زکوٰۃ مالی قربانی نفس پر بہت شاق ہوتی ہے۔ اور مالی ایثار کرنے کا حکم دینا بھی ایمانی آزمائش کا اہم ترین ذریعہ ہے۔ آخر میں ایمان کا ذکر فرمایا۔ اس لیے کہ ہر جماعت میں بعض نیک نفس ہوتے ہیں۔ فطری نیک نفسی کی وجہ سے حقوق العباد ادا کرتے ہیں۔ مالی قربانی بھی کرتے ہیں۔ لیکن ایمان نہیں رکھتے۔ اس لیے وہ دنیا میں اپنی نیک نفسی کی وجہ سے نیک نام و ہر دلعزیز ضرور رہیں گے اور دنیاوی خوشحالی ان کو ضرور حاصل ہوگی : وما یفعلوا من خیر فلن یکفروہ۔ (آل عمران : ١١٠) "وہ جو نیکی کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔" لیکن ارشاد فرمایا گیا ہے :

لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقۃ او معروف او اصلاح بین الناس ج ومن یفعل ذلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نوتیہ اجرًا عظیما ٥ (نساء: ١١٤)

"ان کی باہمی مشورت کی مجلسوں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی بجز اس کے کہ کوئی (اس میں) صدقہ وخیرات کی بات پیش کرے یا کسی اور رفاہ عام کی بات پر۔ لوگوں کے درمیان اصلاح ومصالحت کی تدبیر پر غور وبحث ہو۔ (بے شک یہ سب کار خیر ہیں) لیکن انہی کاموں کو جو شخص ابتغائے مرضاۃ اللہ کی نیت سے کرے گا تو وہ (آخرت کے) اجر عظیم کا مستحق ہوگا (ورنہ دنیاوی مفاد کے لیے جو نیکیاں کرے گا اس کو دنیاوی مفاد حاصل ہوجائے گا)۔" اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے :

ومن یُرد ثواب الدنیا نؤتہٖ منھا۔ (آل عمران : ١٤٥)

"جو شخص (اپنی نیک عملی کا میں اجر دنیا ہی کا مفاد چاہے گا ہم اس کو دنیا سے (جو مناسب سمجھیں گے) دے دیں گے۔" مگر یہ بھی فرمادیا ہے :

ومن الناس من یقول ربنا اتنا فی الدنیا وماله فی الاخرۃ من خلاق ط

"اور بعض لوگ دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں (بھلائیاں) عطا فرما، اور (چونکہ وہ آخرت کے لیے کچھ کرتے نہیں اس لیے) آخرت میں اس کے لیے (خوشحالی میں سے) کوئی حصہ نہیں۔" غرض ایمان کے بغیر ساری نیکیاں آخرت میں کچھ کام نہیں دے سکتیں۔ سب وہاں اکارت ہیں۔ اس لیے یہاں آخر میں ایمان کا ذکر فرمایا گیا۔ نماز کا ذکر نہیں فرمایا اس لیے کہ نماز ہی تو ایمان

کا عملی و ظاہری ثبوت ہے۔ ایمان تو دل کی بات ہے۔ نماز ہی کی پابندی ایمان کا ثبوت پیش کرتی ہے۔ اس لیے ایمان کے ذکر کے بعد صلوٰۃ کے ذکر کی ضرورت نہ تھی کہ عیاں را چہ بیاں۔ زکوٰۃ چونکہ "زرمی طلبی سخن دریں است" والی چیز ہے اس لیے اس کا ذکر فرمایا گیا۔

اس کے بعد بتایا کہ وہ متقی زکوٰۃ ادا کرنے والے آیات اللہ پر ایمان رکھنے والے کون لوگ ہیں؟

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل الآیہ۔

"وہ وہ لوگ ہیں جو اس رسول نبی اُمی کی پیروی کریں گے جن کا ذکر وہ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔"

یعنی علمائے بنی اسرائیل جو تورات و انجیل کا علم رکھتے ہیں جس وقت یہ آیت کریمہ اُتری تھی اور مدینے کے یہودیوں نے سنی تھی۔ اگر اُمّی کا لفظ واقعی اَن پڑھ، پڑھنے لکھنے سے عاری، گنتیوں کے نام تک جس کو نہ آتے ہوں، ایسے جاہل ہی کے لیے اہلِ عرب بولتے تھے تو علمائے بنی اسرائیل ضرور کہتے کہ ہم لوگ اہلِ علم ہیں لکھنا پڑھنا اپنی دینی زبان عبرانی و سریانی میں بھی جانتے ہیں اور ہم پشت ہا پشت سے عرب کے رہنے والے ہیں، اس لیے عربی زبان میں بھی لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔ ایک اَن پڑھ شخص کی جس کو گنتی تک نہ آتی ہو اُس کا اتباع کیوں کرنے لگے؟ اگر صحیح بخاری کی یہ حدیث ان میں مدخولہ نہ ہوتی اور واقعی حضورؐ اس حدیث کے مطابق لا نکتب ولا نحسب کے مصداق ہوتے تو یہود خصوصاً علمائے یہود ضرور حضورؐ کے اَن پڑھ ہونے کا طعن دیتے رہتے اور قرآن مجید میں اس کا ضرور کچھ جواب اترتا۔ کم سے کم تاریخی روایتوں میں یہودیوں کے اس طعن کا ذکر ہوتا۔ اور جس طرح اہل سیر اس اَن پڑھ ہونے کو معجزہ ثابت کر رہے ہیں صحابہ یہودیوں کے طعن کا جواب دیتے۔ اس معجزے کو یہودیوں پر ثابت کرتے اور اس کا ذکر تاریخی روایات میں ہوتا۔

قرآن مجید میں کہیں بھی اشارۃً، کنایۃً آپ کے نبوت کے بعد بھی اَن پڑھ رہنے کا ذکر نہیں۔ بلکہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ آپؐ کے اَن پڑھ ہونے کا ذکر نبوت و رسالت سے قبل کی قید کے ساتھ ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ نبوت کے بعد آپ لکھنے پڑھنے لگے تھے۔ اس قرآنی تصریح کے بعد بھی ایک جھوٹی حدیث پر ایمان رکھنا اور قرآنی آیات کی معنوی تحریف کرنا سخت افسوس ناک ہے۔

تعلیمِ رسول

حسب روایت صحیح بخاری وغیرہ حضورؐ پر سب سے پہلے جو قرآن مجید کی آیتیں اتریں وہ سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیتیں تھیں جن میں سے پہلی ہی آیت میں اقرأ (پڑھو) کا حکم ہے جس سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حضورؐ کو پہلے پڑھنے کی صلاحیت عطا کر دی گئی۔ اس کے بعد پڑھنے کا حکم ہوا۔ اور ان پانچ میں سے تیسری اور چوتھی آیت پڑھیے:

اقرأ وربك الاكرم ۝ الذي علم بالقلم ۝

”پڑھو تمہارا رب ساری بزرگیوں کا مالک ہے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم فرمائی۔“

اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضورؐ کو قلم کے ذریعے اسی جگہ قراءت کے ساتھ کتابت کی بھی تعلیم فرمائی گئی اور عطائے منصبِ نبوت کے وقت آنحضرتؐ کو پڑھنے اور لکھنے دونوں کی تعلیم فرمائی گئی تھی۔ ان پانچوں آیتوں میں سے آخری یعنی پانچویں آیت ہے:

عَلَّمَ الانسان ما لم يعلم ۝

”اس انسانِ (کامل) کو ان (تمام باتوں کی جو منصبِ نبوت و رسالت و تبلیغ و ارشاد کے لوازمات میں سے ہیں۔ ان سب باتوں کی) جن کو وہ (کسی اور ذریعے سے) نہیں جان سکتے تھے تعلیم دی۔“

اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم ہوئی تو یقیناً دوسرے معلموں سے بہتر تعلیم ہوئی اور حضورؐ ہر قاری سے بہتر قاری اور ہر کاتب سے بہتر کاتب معجزانہ طور سے دفعۃً ہو گئے۔